اسلام اور اول المسلمین کی پرمعارف تفسیر

(خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۲/جون ۱۹۹۲ بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ

اور پھر فرمایا:

یہ دو آیات کریمہ جن کی میں نے تلاوت کی ہے یہ سورۂ آل عمران کی آیات ۹۷ اور ۹۸ ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پہلا گھر جو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکّہ یعنی مکہ میں ہے مُبٰرَكًا بہت ہی برکتوں والا ہے، ایسا گھر جس میں برکتیں رکھ دی گئی ہیں۔ وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ اس گھر میں بہت کھلی کھلی آیات ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے نشان ہیں۔ آیات سے مراد ایسے نشان ہیں جو خدا کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور ایسے نشان ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ پس ان دونوں قسموں کے تعلق باللہ کے ذریعوں کو آیات کہا جاتا ہے۔ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ، وہ آیات کیا ہیں؟ وہ ابراہیم کا مقام ہیں۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا جو بھی اس گھر میں داخل ہو جائے یا اس مقام کو پالے وہ امن میں آجائے گا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ اور اللہ کا یہ حق ہے بنی نوع انسان پر کہ اس کی خاطر وہ اس بیت کے طواف کی نیت کریں اور اس بیت کا حج کریں۔ اس کے لئے یہ فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

وَمَنْ كَفَرَ جو کوئی انکار کرے یا ناشکری کا اظہار کرے فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

یہاں **عالمین** جو دہرایا گیا ہے اس کا پہلے **عالمین** سے ایک رابطہ ہے۔ فرمایا مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ خدا نے یہ گھر اس لئے بنایا یا بندوں کو توفیق دی کہ وہ خدا کی خاطر بنائیں تاکہ تمام جہانوں کو اس سے فائدہ پہنچے اور تمام جہانوں کے لئے برکتیں ہوں۔ آخر پر فرمایا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ جو کوئی انکار کرے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے، مستغنی ہے، بے پرواہ ہے تمام جہانوں سے۔ تو پہلی آیت کی روشنی میں اس دوسری جگہ عالمین کا معنی سمجھنا ہوگا۔

اگر خدا مستغنی ہے تو اسے کیا ضرورت تھی کہ لوگوں کے فائدے کے لئے گھر بنائے؟ تو مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کی پرواہ رکھتا ہے۔ ان کے فائدے کے لئے وہ تمام اقدامات فرماتا ہے جن کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کے فوائد وابستہ ہیں لیکن اگر کوئی انکار کرے تو ایسا انکار کرنے والے خواہ سارا جہان ہو جائے تب بھی خدا کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کیونکہ اس کا نقصان نہیں ہے۔ جس کے فائدے کے لئے یہ چیز بنائی گئی ہے وہ اگر فائدہ نہ اٹھائے تو بنانے والے کا نقصان نہیں، فائدہ نہ اٹھانے والے کا نقصان ہے۔ یہ مضمون ہے جو یہاں بیان ہو رہا ہے۔

اس مضمون پر میں پہلے بھی ایک خطبہ میں روشنی ڈال چکا ہوں کہ لفظ **مَقام** جو میم کی زبر سے ہے اور لفظ **مُقام** جو میم کی پیش سے ہے ان دونوں میں کچھ فرق ہے۔ اہل لغت یہ کہتے ہیں کہ لفظ **مُقام** جو میم کی پیش سے آتا ہے یہ ہمیشہ ظاہری رہنے کی جگہ سے متعلق استعمال ہوتا ہے یعنی مکان میں انسان ٹھکانہ کرے یا عارضی طور پر کسی کیمپ میں ڈیرہ لگالے یہ دونوں جگہیں **مُقام** کہلائیں گی۔ مگر لفظ **مَقام** مرتبہ اور روحانی مکان کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ ظاہری **مُقام** کے معنوں میں اور ظاہری مکان کے معنوں میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ اس پہلو سے جب قرآن کریم کی آیات پر غور کیا جائے جن میں دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں **مُقام** اور **مَقام** تو لفظ **مُقام** چار آیات میں استعمال ہوا ہے اور چاروں جگہ ظاہری ٹھہرنے کی جگہ کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ اور لفظ **مَقام** چودہ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور تیرہ مرتبہ ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ روحانی معنوں میں مرتبہ کے ہم معنی استعمال ہوا ہے۔ اور ایک جگہ پڑاؤ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پس یہاں مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ سے

اول مراد ابراہیمؑ کا مرتبہ ہے۔

اگرچہ ظاہری معنی بھی وہاں ان معنوں میں اطلاق پاتا ہے کہ خانۂ کعبہ کے دروازہ کے سامنے کچھ فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گنبد نما حجرہ بنا ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ مقامِ ابراہیم ہے اور اس میں وہ پتھر رکھا ہوا ہے جس کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانۂ کعبہ کی دیواریں اونچی کی تھیں۔ اس زمانے میں آج کل کے طریق پر وہ لکڑیوں کا ڈھانچہ کھڑا کرنے کا تو رواج نہیں تھا نہ ایسے سامان تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے معمار تھے اور آپؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اس معمار کے لئے مزدور کا کام دے رہے تھے۔ جب دیواریں ایک حد سے اونچی ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر چنا اور اس پتھر کے اوپر کھڑے ہو کر پھر ان دیواروں کو اپنے اس مُقام تک پہنچایا جہاں تک ان کا بلند کرنا مقصود تھا۔ پس مَقامِ ابراہیم میں وہ پتھر پڑا ہوا ہے اور چونکہ حج کے بعد اس کے مناسک میں یہ بات داخل ہے کہ دو نفل پڑھے جائیں، مقام ابراہیم میں ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کے قریب اور یہ واجب کہلاتا ہے۔

پس وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی۔ ابراہیمؑ کے مقام میں سے نماز کی جگہ چنو۔ اس کے دونوں معنی ہوں گے۔ اول معنی جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ ابراہیمؑ کا جس مقام پر نمازیں ادا کیا کرتا تھا، جس مرتبہ کی نمازیں ادا کیا کرتا تھا، جس عاجزی اور انکسار اور اخلاص کے ساتھ خالصۃً اللہ کا ہو کر نمازیں ادا کیا کرتا تھا کچھ تم بھی اس میں سے حصہ پانے کی کوشش کرو۔ مَقَامَ اِبْرَاھِیْمَ نہیں فرمایا بلکہ مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ فرمایا جس سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اگر ظاہری مقام مراد ہوتا تو بظاہر یہ آیت یوں ہونی چاہئے تھی وَاتَّخِذُوْا مَقَامَ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلّٰی لیکن فرمایا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ۔ ابراہیم کا ایک مرتبہ تھا جسے تم پوری طرح تو حاصل نہیں کر سکو گے کیونکہ وہ بہت بلند مرتبہ پر فائز تھا لیکن کوشش یہ ضرور ہونی چاہئے کہ کچھ نہ کچھ ویسی نمازیں پڑھنے کی توفیق پاؤ جیسی نمازیں ابراہیمؑ پڑھا کرتا تھا۔ اور ظاہری طور پر اس آیت کے منطوق کو پورا کرنے کے لئے حجاج جو وہاں جاتے ہیں وہ اس مُقام پر بھی دو نفل ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس موضوع پر میں بہت کچھ پہلے کہہ چکا ہوں۔ اب ایک خاص حصے سے متعلق میں چند

گزارشات آپ کے سامنے رکھوں گا۔ وہ ہے اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ کیا چیزیں ہیں؟ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ در اصل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسلام کا خلاصہ ہے اور حج کے تمام مناسک اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ہی کی تشریح ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح حضرت جلّ شانہٗ، حضرت احدیت کے لئے اس کھوئے ہوئے گمشدہ مقام کو دوبارہ تلاش کیا جہاں سب سے پہلے خدا کی عبادت کی گئی تھی اور پھر اس کے کھنڈرات پر ایک نیا بیت تعمیر کیا جو اس کے بعد مسلسل آج تک چلا آتا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلیاں ہوئیں، کچھ مرمتیں ہوئیں، کچھ اضافے ہوئے لیکن بنیادی طور پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بنایا ہوا خانہ کعبہ اسی طرح موجود ہے اور وہ عمارت ان عمارتوں میں شامل ہے جو اب وسعت اختیار کر چکی ہیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عمارت سے تعلق رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کس طرح اپنے عشق کا اظہار کیا اور کیا کیا ایسی ادائیں ابراہیمؑ سے ظاہر ہوئیں جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت ہی محبوب ٹھہریں؟ وہ سب ادائیں آیات ہیں، ان کے اندر اعجازی نشانات پائے جاتے ہیں اور کسی عبد سے حضرت ابراہیمؑ سے پہلے اس والہانہ رنگ میں خدا کی عبادت کے نشان ظاہر نہیں ہوئے تھے اور ان تمام عبادت کے طریقوں کو جو ابراہیمؑ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جس طریق پر آپؑ نے وہاں عبادت کی ہے اُن کا ذکر اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ کے تابع فرمایا ہے۔ اس میں نماز بھی شامل ہے لیکن صرف نماز نہیں بلکہ عبادت کو وسیع تر معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو عبادت کی ہے اس میں ہر قسم کی قربانی شامل ہے۔ بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کی خاطر ایک آباد جگہ سے لا کر اس ویرانے میں چھوڑ دینا، اس کی ماں کو بھی اس ویرانے میں چھوڑ دینا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی بہت چھوٹی عمر کے تھے، دودھ پیتے تھے۔ اس زمانے میں بے آب و گیاہ وادی میں اپنے بیٹے کو خدا کی خاطر چھوڑ دینا اور ایک ایسی رؤیا کے تابع جس رؤیا میں بیٹے کو قربان کرنے کا اشارہ ملتا تھا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا منسک ہے جو حج کا رکن بنا۔ پھر حضرت ہاجرہ نے جس طرح بیقراری اور بے چینی کے ساتھ صفا اور مروہ کے چکر لگائے اس تلاش میں کہ شاید کوئی قافلہ ادھر آتا دکھائی دے اور میرا پیاسا سے بلکتا ہوا بچہ پانی کو ترستا ہوا نہ مر جائے۔ میں کسی قافلے سے دو گھونٹ پانی کے لے کر اس بچے کی پیاس بجھاؤں۔ اس غرض سے بے قراری کے ساتھ جو چکر لگائے یہ بھی حج کا منسک بن

گئے اور حج کے ارکان میں یہ بات داخل فرمادی گئی۔ تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی اولاد نے جو کچھ باتیں اللہ تعالیٰ کے عشق اور اس کی محبت کی خاطر وہاں سرانجام دیں وہ ساری آج حج کے ارکان بن چکے ہیں۔

ایک بات ایسی تھی جو اب دہرائی نہیں جاسکتی مگر اس کے اندر جو بے قراری پائی جاتی ہے وہ ضرور دہرائی جا سکتی ہے اور آج بھی حاجی اس کو دہراتے ہیں۔ وہ ہے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایڑیاں رگڑنا۔ پیاس کی شدت سے جب اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بے قرار ہو کے زمین پر ایڑیاں مارتے تھے جس طرح ایک بچہ انتہائی تکلیف میں ایڑیاں مارتا ہے۔ حضرت ہاجرہ کو علم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ تو کبھی ایک طرف دوڑتی تھیں کبھی دوسری طرف دوڑتی تھیں اور دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر اونچی ہو کر دیکھتی تھیں کہ شاید اس طرف سے کوئی قافلہ آ رہا ہو شاید اُس طرف سے کوئی قافلہ آ رہا ہو اور بچے کے متعلق ان کو علم نہیں تھا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ اس وقت وہ بچہ جب ایڑیاں رگڑ رہا تھا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور اسی چشمہ کو زم زم کا چشمہ کہا جاتا ہے۔ تو اگرچہ آج کل حج میں لوگ وہاں لیٹ کر اس طرح ایڑیاں تو نہیں مارتے جس طرح ایک بیقرار بچہ پیاس سے بیتاب ہو کر ایڑیاں مارتا ہے، زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہے لیکن اس پانی کو ضرور پیتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے تلبیہ کرتے ہوئے اس پانی کو پیتے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بیقراری کی یاد کو دہراتے ہیں۔

بہرحال آیات سے مراد وہ تمام غیر معمولی، عام انسانی طاقت سے بڑھ کر رونما ہونے والے اللہ کے عشق کے اظہار ہیں اور اسی کو بدل کے طور پر مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم کا یہ مرتبہ تھا یہ مَقام تھا کہ نہ صرف وہ خود اپنے عشق میں لافانی ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے خدا تعالیٰ نے اس کی عشق کی اداؤں کو بنی نوع انسان کے لئے ایک نمونہ مقرر فرما دیا بلکہ اس کی بیوی بھی ان اداؤں میں سے ایسا عظیم حصہ پا گئی کہ اس کی حرکتوں کو بھی خدا تعالیٰ نے پیار اور محبت کی نظر سے دیکھا اور وہ بھی عشاق کے لئے ہمیشہ کیلئے نمونہ قرار دی گئی۔ اسی طرح اس کے بیٹے کی قربانی جو معصوم تھا بالارادہ قربانی نہیں تھی اس وقت لیکن بے اختیار قربانی تھی، اُس کی یاد میں بھی آب زم زم کا وہاں پینا حج کے ارکان میں داخل ہو گیا اور سب سے آخر پر اس بیٹے کی وہ باشعور قربانی جب اس نے باپ سے یہ سنا

کہ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا کہ اس نے بہت پہلے ایک رؤیا میں دیکھا تھا کہ وہ اس بیٹے کو خدا کی خاطر ذبح کررہا ہے۔ جب یہ بات حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیٹے سے بیان فرمائی تو دو آیات ظاہر ہوئیں۔ ایک ابراہیمؑ کا خدا کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار ہونا اور تیار رہنا اور دوسرا اس کے بیٹے کا خدا کی محبت میں اسی طرح ابراہیمؑ، اپنے پیارے باپ کے قدم پر قدم مارنا۔ یہ ایک حیرت انگیز نشان ہے جس کی مثال دنیا کے پردے پر کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ دنیا کے کسی مذہب کی تاریخ میں آپ کو ایسی اور ادائیں پیار اور محبت اور عشق کی دکھائی نہیں دیں گی کہ باپ بھی خدا کا عاشقِ صادق اور بیٹا بھی خدا کا عاشقِ صادق اور دونوں کی اداؤں میں سرِ مو فرق دکھائی نہیں دیتا۔

ابراہیمؑ نے فرمایا! یٰبُنَیَّ اے میرے پیارے بیٹے! بُنَیّ کا لفظ بہت پیار کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ تو اے میرے پیارے بیٹے! جہاں تک تجھ سے پیار کا تعلق ہے تو جانتا ہے تو مجھے کتنا پیارا ہے؟ یہ مفہوم اس میں شامل ہے، لیکن میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ میں تجھے خدا کی خاطر ذبح کررہا ہوں۔ تیرا کیا خیال ہے؟ اس رؤیا کے نتیجے میں کیا کرنا چاہئے؟ حضرت اسماعیلؑ نے بلا تکلف بلاتردد عرض کیا افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے میرے باپ! اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے ویسا ہی کر۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آیات اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہیں۔ جہاں وہ آیاتِ بینات جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا گیا ہے وہ ایک معراج اختیار کر جاتی ہیں اور خانہ کعبہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام مناسک کا یہ مقام معراج ہے۔ جہاں ابراہیمیت بھی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اسماعیلیت بھی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور دونوں کی عاشقانہ فطرت کا یہاں کامل امتزاج ہو جاتا ہے اور کامل طور پر وہ دونوں اپنے خدا کے حضور جھک جاتے ہیں۔ اسی کا نام اسلام ہے اور خانۂ کعبہ میں جو کچھ آپ دیکھتے ہیں وہ دراصل اسلام کی ایک تصویر ہے جو بارہا دہرائی جا چکی ہے اور ہمیشہ ہمیش دہرائی جاتی رہے گی یعنی اگر آپ نے اسلام کی حقیقت کو سمجھنا ہو تو حج سے تعلق رکھنے والی عبادتیں اور مناسک وہ ساری ادائیں جو عاشقانہ حاجیوں سے وہاں سرزد ہوتی ہیں وہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی ادائیں اور وہ ہاجرہ کی ادائیں، یہ سارے اسلام کی ایک زندہ تصویر کے طور پر ہیں۔ ایک ایسی متحرک تصویر ہیں جو ہر سال خانۂ کعبہ میں حج کے موقع پر دہرائی جاتی ہے اور چلائی جاتی ہے۔ جس طرح فلمیں بنتی ہیں اور پرانے واقعات کی یادیں وہ فلمیں بار بار چلائی جاتی ہیں۔ جتنا پیارا کوئی واقعہ ہو اتنا

ہی زیادہ اس واقعہ کی فلم کو لوگ دیکھتے ہیں۔ اُس زمانے میں اس قسم کی ظاہری فلموں کا تو کوئی رواج نہیں تھا نہ خدا نے ابھی بندوں پر اس کا علم ظاہر فرمایا تھا لیکن یہ عظیم الشان نظام ہے ایک، ایک ایسا روحانی سینما ہے جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہمیشہ کے لئے جاری فرما دیا گیا ہے اور جب بھی لکھوکھہا خدا کے بندے مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے خانۂ کعبہ میں اکٹھے ہوتے ہیں اور ابراہیمؑ اور ہاجرہؑ اور اسماعیلؑ کی اداؤں کو دہراتے ہیں تو ایک ابراہیمؑ کی بجائے لاکھوں ابراہیمؑ اور ایک ہاجرہؑ کی بجائے لاکھوں ہاجرائیں اور ایک اسماعیلؑ کی بجائے لاکھوں اسماعیل وہاں ان حرکتوں کو دہرا رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہے مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ ابراہیمؑ کے مقام میں سے تم بھی کچھ حصہ پاؤ اور یہ سارے حاجی مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ سے کچھ نہ کچھ اپنی توفیق کے مطابق حصہ پاتے ہیں۔

اسکا نام اسلام ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اداؤں کا خلاصہ لفظ اسلام میں بیان ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں چند آیات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ اور مقام کا خلاصہ اسلام ہے۔ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ (البقرہ: ۱۳۲) جب خدا نے ابراہیم سے کہا اسلام لے آ۔ یعنی اپنے آپ کو کلیۃً میرے سپرد کر دے۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو نے کہا میں نے مانا۔ جب تو نے کہا اسی وقت میں حاضر ہوں اور ایک ذرہ بھی تیرے حکم اور میری تعمیل کے درمیان فرق نہیں ہے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہاں اے میرے رب العالمین! میں تیرے حضور اسلام لے آیا۔ یہ پہلا اسلام کا واقعہ ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہے اور جہاں تک میرا کتب سماوی کا مطالعہ کا تعلق ہے میں نے کسی اور الٰہی کتاب میں یہ مضمون نہیں پایا کسی اور شخص کے متعلق۔ سب سے پہلا اسلام اگر کوئی لایا ہے تو آدمؑ بھی اسلام لائے ہونگے مگر ان کا ذکر کسی الٰہی کتاب میں نہیں ملتا اور ابراہیمؑ سے پہلے کسی اور نبی کا ذکر کسی اور الٰہی کتاب میں اس طرح نہیں ملتا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا خدا کا یہ پاک بندہ تھا۔

پھر ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ابراہیم نہ تو یہودی تھا نہ نصرانی تھا لیکن وہ ہمیشہ خدا کی طرف جھکا رہنے والا مسلم تھا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (آل عمران: ۶۸) اور اسلام کی

تاریخ یہ ہے کہ اس میں شرک کا کوئی پہلو بھی داخل نہ ہو۔ اس رنگ میں انسان خدا کی طرف جھک جائے کہ وہ حنیف رہے۔ ہمیشہ جب بھی گرے خدا کی جانب گرے، غیراللہ کی جانب نہ گرے اور ہمیشہ کے لئے قبلہ رو ہو جانے کا نام درحقیقت اسلام ہے اور خانۂ کعبہ کو جو قبلہ بنایا گیا ہے اس میں یہی معنی داخل ہیں کہ اسلام ہمیشہ خدا کی طرف قبلہ رو ہونے کا نام ہے اور اسلام کا معراج آپ کو حج کے وقت ابراہیمی عبادت کی اداؤں میں دکھائی دے گا۔

پھر مسلمانوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ یہ وہ ملت ہے جو تمہارے بزرگ باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اس نے تمہیں مسلمان کہا مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا یہاں هُوَ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسلمان قرار دیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے یعنی ابراہیمؑ کے وقت وَفِيْ هٰذَا اور اس کتاب الٰہی یعنی قرآن کریم میں لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ (الحج:۷۹) تا کہ یہ رسول یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ کے لئے تم پر نگران بن جائیں اور تم پر گواہ ٹھہریں۔ عَلَى النَّاسِ تم پر نہیں تمام بنی نوع انسان پر۔ تو عالمین کا جو خانہ کعبہ سے تعلق ہے جس کو قرآن کریم نے بار بار دہرایا ہے اسی طرح کا تعلق النَّاسِ سے ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ تو حقیقت میں خانہ کعبہ کا تمام بنی نوع انسان سے ایک ایسا تعلق تھا جو آغاز میں اس کے اندر مضمر تھا، اس کے اندر چھپا ہوا موجود تھا۔ اس کی بناوٹ کے مقصد میں یہ تمام بنی نوع انسان کے ساتھ اس کا تعلق شامل تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اس نے اگلا قدم اٹھایا اور ظاہری طور پر اس خانہ کعبہ کی عمارت کو دوبارہ بلند فرمایا گیا جس نے بالآخر ایسے مذہب کا گھر بننا تھا جس کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے ہونا تھا اور سب سے پہلے ابراہیمؑ کو مسلمان قرار دیا گیا۔ گویا کہ اسلام کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہوا کیونکہ یہ ایک عالمی مذہب بننا تھا اور تمام بنی نوع انسان کے فوائد خدا کے اس گھر سے وابستہ ہونے تھے لیکن بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ایک انتہائی تعجب آمیز بات یہ سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم نے اگرچہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام کے دوسرے دور سے پہلے ظاہر ہونے والا مسلم قرار دیا اور سب سے پہلا نبی جس کے متعلق مذہبی کتب میں ذکر ملتا ہے کہ وہ خدا کے لئے کامل طور پر مسلم ہو گیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی قرار دیا گیا۔ لیکن جہاں

اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کا ذکر آیا ہے وہ صرف اور صرف حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے خاص کیا گیا ہے اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی کہیں اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ قرار نہیں دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (الزمر:۱۲) کہہ دو اِنِّیْٓ اُمِرْتُ کہ مجھے حکم دیا گیا ہے اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ کہ میں اللہ کی عبادت کروں مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (الزمر:۱۳) اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بن جاؤں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے واضح طور پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسلمان قرار دیا گیا اور حضرت ابراہیمؑ کی سب سے شاندار تعریف یہی ہے کہ خدا نے کہا اسلام قبول کر اور آپؑ اسلام لے آئے اور پھر امتِ مسلمہ کا ذکر فرماتے ہوئے بھی امت مسلمہ کا آغاز ابراہیمؑ کے وقت سے شروع کیا ہے اور فرمایا آج اس قرآن میں بھی تمہیں مسلم قرار دیا جا رہا ہے لیکن اس سے پہلے ابراہیمؑ کے زمانے میں بھی تمہیں مسلم قرار دیا گیا تھا۔ گویا اسلام کا آغاز ابراہیمؑ سے ہوا اور اسلام کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام ہی نے ڈالی لیکن جہاں اوّل کا ذکر آتا ہے وہاں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے سوا دنیا کے کسی نبی کو، ابراہیمؑ سمیت دنیا کے کسی نبی کو اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ قرار نہیں دیا جاتا۔

پھر دوسری جگہ فرمایا قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کہہ دے کہ میرے ربّ نے مجھے ہدایت دی ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔ دِیْنًا قِیَمًا ایسا دین ہے جو اپنی ذات میں قائم ہے اور کوئی لغزش کا مقام نہیں رکھتا۔ کہیں کسی کے لئے ٹھوکر کے سامان نہیں پیدا کرتا۔ ایسا دین ہے جو اپنی ذات میں قائم اور مستحکم ہے۔ مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا یہ ابراہیمؑ حنیف کی ملت ہے۔ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور اس کی صفت یہ تھی، اُس کا بنیادی کردار یہ تھا کہ وہ مشرک نہیں تھا۔ ہر قسم کے شرک کی ملونی سے پاک تھا۔ چنانچہ اے محمدؐ! تو یہ اعلان کر دے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:۱۶۲-۱۶۳) میں بھی ہر قسم کی شرک کی ملونی سے کلیۃً پاک ہوں اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ میری نماز میں اور میری ہر قسم کی عبادتیں اور قربانیاں وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ

میری تو ساری زندگی اور موت یعنی میرا مرنا اور جینا، جینا اور مرنا جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں وہی محاورہ عربی میں ہے۔ وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِيۡ میرا روز روز کا جینا خدا کے لئے میرا روز روز کا مرنا خدا کے لئے لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ اُس اللہ کے لئے ہو گیا جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (الانعام:۱۶۴) اور میں اول المسلمین بنا دیا گیا ہوں۔ پہلی آیت میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ؐ کو حکم دیا گیا کہ تجھے ہم نے صرف مسلمان بنانے کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ بنانے کے لئے پیدا فرمایا ہے اس لئے اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ بن کر دکھا۔ اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ اے محمد ؐ تو اعلان کر دے کہ جیسا کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ بن کر دکھاؤں، میں بن چکا ہوں اور خدا کے حضور میں اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ کے مقام اور مرتبہ کو حاصل کر چکا ہوں لَا شَرِيۡكَ لَهٗ اس کا کوئی شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ اسی کی مجھے تعلیم دی گئی تھی وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ اور میں پہلا مسلمان بن گیا۔

دِيناً قَيِّماً پڑھا گیا تھا دِيۡنًا قِيَمًا ہے۔ میں اس کی درستی کروا دوں۔ قیّم کا لفظ بھی چونکہ آیا ہے دین میں، اس لئے میرے ذہن میں لفظ قیِّم آ گیا لیکن اس آیت کریمہ میں دِيۡنًا قِيَمًا ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی بنتے ہیں عملاً۔

اچھا اب اس درستگی کے بعد واپس اس مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کو زمانے کے لحاظ سے پہلا مسلمان قرار دیا ہے اور مَقام اور مرتبہ کے لحاظ سے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا مسلمان قرار دیا ہے اسی سے آپ ؐ کے مقام خاتمیت کا بھی عرفان حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ابراہیمؑ آپ ؐ سے پہلے مسلمان تھے اور عملاً اسلام کا آغاز آپ ؐ کے زمانے سے ہوا اور ملت اسلامیہ کی بنیاد ڈالی گئی اس کے باوجود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ہونا ثابت کرنا کہ آپ ؐ فی الحقیقت مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے پہلے ہیں اور زمانہ کے لحاظ سے کسی اور کا پہلے ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ حقیقت تو رکھتا ہے یعنی ان معنوں میں حقیقت نہیں رکھتا کہ وہ مرتبہ میں بھی پہلا ہو جائے۔

پس ابراہیمؑ مرتبہ کے لحاظ سے خواہ کیسے ہی بلند کیوں نہ ہوں زمانہ کے لحاظ سے آپؑ کا پہلا مسلمان ہونا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کو کوئی فوقیت نہیں دیتا۔ کیونکہ اسلام خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے آپ کو کلیۃً فنا کر دینے کا نام ہے اور ایک ذرہ بھی اپنے لئے نہ رکھنے کا نام ہے۔ اس پہلو سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام انبیاء پر ایک عظیم فضیلت حاصل ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے مگر جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو اگرچہ بندے کا مقام نہیں ہے کہ دو نبیوں کے درمیان کسی قسم کا موازنہ کرے مگر خدا کا مقام ہے اور خدا کا حق ہے۔ پس خدا نے اُس موازنہ کے وقت ہمیشہ کے لئے یہ اعلان عام فرما دیا کہ زمانہ کی اوّلیت ہرگز مقام کی اوّلیت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ابراہیمؑ زمانہ کے لحاظ سے اول تھا اُس کے باوجود مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی اول رہیں گے اور ہمیشہ آپؐ کی اوّلیت قائم رہے گی۔

انہی معنوں میں خاتمیت کا مضمون ہے۔ اگر زمانے کے لحاظ سے آپؐ کے بعد ایک چھوڑ کر کروڑوں نبی بھی پیدا ہو جائیں تب بھی **مقام** کے لحاظ سے آپؐ کی خاتمیت صرف آپؐ ہی کی رہے گی اور دنیا میں کوئی نہیں ہے جو آپؐ کی خاتمیت کے مرتبہ کو آپؐ سے چھین سکے۔ اس مضمون پر غور کرتے ہوئے مجھے سمجھ آئی کہ کیوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روحانی طور پر ابراہیمؑ قرار دیا گیا۔ فرماتے ہیں:

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(درثمین صفحہ:۱۳۱)

ابراہیم کہلانے میں یہ حکمت تھی کہ ایک ابراہیمؑ وقت کے لحاظ سے پہلا مسلمان قرار دیا گیا تھا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے زمانے کے لحاظ سے پہلے تھا مگر اس کے باوجود محمد مصطفیٰ ﷺ کی اولیت کو ان سے ؏ نہیں لے سکا اور بعد میں آنے کے باوجود محمد مصطفیٰ ﷺ اول ہی رہے۔ اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے روحانی طور پر ابراہیمؑ کو دوبارہ پیدا کر کے دکھایا جائے گا اور پھر دنیا پر ثابت کیا جائے گا کہ زمانہ کے لحاظ سے آخر ہونا وجہِ فضیلت نہیں بنتا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاتمیت پھر بھی قائم رہے گی اور ہمیشہ قائم رہے گی اور بعد میں ایک ابراہیمؑ پیدا ہو یا لاکھ ابراہیم پیدا ہوں خاتمیت صرف محمدؐ ہی کا حق ہے اور یہ زمانہ سے بالا مضمون ہے۔

پس اوّلیت بھی زمانے کی نسبتوں سے بالا ہے اور خاتمیت بھی زمانے کی نسبتوں سے بالا ہے اور ان دونوں میں اسلام کے معراج کا مضمون بیان ہوا ہے اور جیسا کہ وہ آیات کریمہ جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس مضمون کو کھول رہی ہیں۔ اسلام کا اگر مختصر تعارف کروایا جائے تو وہ ہر قسم کے شرک کی ملونی سے کلیۃً پاک ہو کر اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ہے۔ یہاں تک کہ عبادتیں بھی خالص ہو جائیں۔ یہاں تک کہ زندگی میں ہر قسم کا اٹھنا بیٹھنا، خوشیاں غمیاں، مرنا جینا سب کچھ خالصۃً خدا کے لئے ہو جائے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کی تصویریں حج کے دوران چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہیں اور بنی نوع انسان کو یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ اگر تم واقعۃً ابراہیمؑ کی متابعت کا دعویٰ رکھتے ہو۔ اگر تم اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کی طرف منسوب ہونا چاہتے ہو تو ان اداؤں کو اس طرح اختیار کرو جیسے ان لوگوں نے اختیار کیں تھیں یعنی ابراہیمؑ نے اور اس کے بعد اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شرک کی نفی فرما کر اس مضمون کو خوب اچھی طرح کھول کر واضح فرما دیا گیا ہے۔ پس توحید کامل ہی اسلام ہے اور ہر قسم کے شرک کی نفی اسلام کا خلاصہ ہے۔ کلمہ لا الٰہ الّا اللہ محمّدٌ رّسول اللہ میں دراصل یہی پیغام ہے۔ لا الٰہ الّا اللہ نے ہر قسم کے شرک کی نفی دکھا کر اسلام کا خلاصہ بیان کر دیا اور محمّدٌ رّسول اللہ نے آنحضرت ﷺ کے بلند مرتبہ کے باوجود آپؐ کا خدائی میں شریک نہ ہونا دکھایا اور بتایا کہ خدا کی خدائی میں انسانوں میں سے سب سے بلند مرتبہ انسان بھی شریک نہیں ہے۔

پس یہ وہ اسلام کا خلاصہ ہے جو حج کے وقت دہرایا جاتا ہے۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے۔ ان آیات کی تفسیر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ہی عارفانہ اور عاشقانہ رنگ میں مختلف جگہ پہ فرمائی ہے۔ آئندہ کبھی توفیق ملی تو اس مضمون کو زیادہ تفصیل سے بیان کروں گا۔

اس وقت میں عالمگیر جماعت احمدیہ کو حج کے حوالے سے، خانۂ کعبہ کے حوالے سے بیت الحرام کے حوالے سے، اور اُن دو عظیم انبیاء کے حوالے سے جن سے خانۂ کعبہ کی حقیقتیں ہمیشہ کے لئے وابستہ ہو چکی ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ ایک اسلام وہ ہے جس کا قرآن کریم نے ابراہیمؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے اور ایک وہ اسلام ہے جس کا ظاہری طور پر

بطور نام کثرت سے دنیا میں استعمال ہوتا ہے۔ اُس نام سے تو آپ کو محروم کیا جا رہا ہے اور زبردستی حکومتوں کی طاقتوں کے بِرتے پر آپ کو اس نام سے الگ کر کے، کاٹ کر الگ پھینکنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن ایک وہ اسلام ہے جو حقیقتِ اسلام ہے، جو اسلام کا مغز ہے، جو اسلام کی جان ہے، وہ اسلام جس کی تصویریں ہر سال حج پر دہرائی جاتی ہیں اور چلا کر دکھائی جاتی ہیں۔ وہ اسلام وہ ہے جس کا توحید خالص سے تعلق ہے اور جس کا خدا کے حضور آپ کی تسلیم و رضا کے قبول ہونے کے ساتھ تعلق ہے۔ پس دنیا کی نظر میں آپ مسلمان ہوں یا نہ ہوں یہ ایک بالکل بے معنی اور بے حقیقت اور لغو سی چیز ہے۔ خدا کی نظر میں کون مسلمان ہے؟ یہی حقیقت میں وہ مضمون ہے جس کو ہمیشہ ہر احمدی کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور جو تفسیر اسلام کی حج کے موقع پر دکھائی جاتی ہے اور جس کا قرآن کریم کی مختلف آیات میں ذکر ملتا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ شرک سے اپنے آپ کو پاک کر لو اور شرک سے پاک کرنے کے لئے سب سے زیادہ اہم موقع عبادت کا موقع ہے۔ جب تم عبادت کے لئے کھڑے ہو وہ پہچان ہے تمہارے لئے کہ تم شرک سے کلیۃً پاک ہو چکے ہو کہ نہیں اور عبادت میں اپنے وجود کو شرک سے پاک کرنے کی کوشش سے ہی انسان کو ابراہیمؑ کا عرفان اور محمد مصطفی ﷺ کے مرتبہ کا عرفان اس وقت حاصل ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم جب اپنی نمازوں کو شرک کی ملونی سے پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بارہا ہم یہ معلوم کرتے ہیں شرک ظاہری نہ سہی مگر کئی قسم کے خفی شرکوں میں ہم ضرور مبتلا ہیں۔ عبادت خدا کے لئے خالص ہونے کا مضمون بہت ہی گہرا مضمون ہے اور بہت ہی باریک مضمون ہے۔ اس سلسلہ میں متعدد خطبات کے ذریعہ میں نے حتی المقدور وضاحت کی کوشش کی ہے لیکن اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کا حق ادا نہیں ہو سکا کیونکہ میں ذاتی تجربہ سے جانتا ہوں کہ عبادت کو خالص کرنا دنیا کا سب سے بڑا مشکل کام ہے۔ بنی نوع انسان کو جتنے بھی چیلنج دیئے گئے اُن میں سب سے بڑا چیلنج عبادت کو خالص کرنا ہے۔ جب آپ عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو آپ کی دعائیں، آپ کی فکریں، آپ کے اذہان، آپ کے خیالات کا انتشار، بار بار دل میں کسی بات کی تمنا پیدا ہونا، یہ ساری وہ کھڑکیاں ہیں جن کھڑکیوں کے رستے آپ اپنے شرک کی اندرونی تصویر دیکھ سکتے ہیں اور یہ کھڑکیاں بار بار ہر انسان کے دل میں بھی کھلتی ہیں اور اس کے ذہن میں بھی کھلتی ہیں اور

وہ نہیں جانتا کہ وہ ایک قسم کے خفی شرک میں مبتلا ہے اور اس کی عبادت خالص نہیں ہو سکی۔

یہ وہ بلند مراتب ہیں یعنی عبادت کے خالص ہونے کے مراتب، جن پر انسان کی نظر تو پڑ سکتی ہے اُن بلندیوں پر پہنچ کر ان کا حقیقی عرفان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر کبھی کسی کو نہیں ہوا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس عرفان میں سے ایک بڑا حصہ دیا گیا۔ جسے کہتے ہیں Dizzy Heightes ایسی بلندیاں جن سے نیچے نظر پڑے تو چکر آنے لگتے ہیں۔ اُن بلندیوں سے نیچے دیکھنے کی تو آپ کو توفیق نہیں ملے گی لیکن یہ ایسی بلندیاں ہیں کہ جب سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھیں گے تب بھی آپ کو چکر آئیں گے۔ میں نے بارہا یہ تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ عبادت کو خالص بنانے کی کوشش میں جب میرا دھیان حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل ہوتا ہے اور ان کے حوالے سے جب میں اپنی عبادت پر نظر ڈالتا ہوں تو واقعی سر چکرا جاتا ہے۔ اتنے بلند مقامات سامنے کھڑے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی انسان پیدا ہو اور ہزار مرتبہ اس سفر کو دوبارہ وہاں سے شروع کرے جہاں موت نے اس سفر کو ختم کیا تھا تب بھی ان بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

پس اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان اور کتنا بڑا کرم ہے کہ فرمایا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ۔ ہم جانتے ہیں محمدؐ کا مقام تو بہت بلند ہے۔ وہ تو اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ہے۔ وہ کلیۃً ہر پہلو سے، ہر پہلو کی ہر باریکی سے، ہمیشہ کے لئے شرک سے پاک ہو گیا تھا اور وہ ایک وجود تھا جس کی عبادتیں اس طرح خدا کے لئے خالص ہوئیں کہ خدا نے خود فرمایا کہ یہ اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ہے۔ مگر ابراہیمؑ کے مقام کو بھی تم نہیں پا سکو گے کیونکہ بہت مشکل مقام ہے اس لئے مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ کی ہم نصیحت کرتے ہیں۔

کوشش کرو کہ کچھ نہ کچھ تو ابراہیمؑ کے مقام سے حصہ پالو کیونکہ اس کے بغیر تمہیں عبادتوں کے خالص ہونے کا لطف نہیں آسکتا اور جس کی عبادت خالص نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔ یعنی خدا کے حضور حقیقی معنوں میں مسلمان نہیں ہے۔ پس یہ شرط نہیں رکھی کہ تم کلیۃً اپنی عبادت کو خالص کرو گے تو مسلمان کہلاؤ گے۔ فرمایا ہم تم سے یہ نرمی کا سلوک کرتے ہیں، عبادت خالص کرنے کی کوشش شروع کر دو اور ابراہیمؑ کو اپنا نمونہ بنا لو جس طرح ابراہیمؑ نے حج بیت اللہ کے موقع پر عشق کے مختلف والہانہ

انداز اختیار کر کے خدا کی عبادت کی ہے، تم بھی اس کی نقلیں اتارو، جس طرح ابراہیمؑ نے اپنی سب سے پیاری چیز، اپنے آرام کو قربان کیا، اپنی جان کو قربان کیا، اپنے بیٹے کو قربان کیا، اپنی بیوی کو قربان کیا اور بہت سی مخفی در مخفی قربانیاں دیتا چلا گیا جن پر خدا کے سوا کسی کی نظر نہیں پڑ سکتی اُس طرح تم بھی اپنی زندگی کے اسلوب بناؤ اور یہ اجتماعی عبادت ہے جو نماز کی عبادت میں نئے رنگ بھرے گی۔ جب تک انسان کی اجتماعی زندگی عبادت نہ بن جائے اس وقت تک اس کی وہ عبادت جسے نماز کہا جاتا ہے وہ خالص نہیں بن سکتی۔ اس کی تمام تر زندگی کا خلاصہ حج میں ہے۔ ہر قسم کی باتیں جو انسان اختیار کرتا ہے حج میں للہ اُن باتوں کو کرنے کی ایک تصویر دکھائی گئی ہے اور وہ ساری کی ساری ابراہیمؑ کی عبادت تھی وہ تمام کی تمام آیات بینات تھیں۔

تو یہ مضمون ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ تم اپنی ساری زندگی کو عبادت بنانے کی کوشش کرو۔ جتنا زیادہ تمہاری زندگی اللہ کے لئے خالص ہوتی چلی جائے گی اتنا اتنا ہی تمہاری عبادتیں بھی، تمہاری نمازیں بھی خدا کے لئے خالص ہوتی چلی جائیں گی۔ اگر زندگی کے اسلوب میں اور عبادت میں فاصلے رہے، اگر عبادت سے جدا ہو کر تم ایک مختلف قسم کی زندگی کی طرف لوٹنے کے عادی ہوئے، اگر وہ زندگی تمہیں زیادہ آسان اور زیادہ دلکش دکھائی دی جو نماز سے باہر کی زندگی ہے تو اسی حد تک تمہاری عبادت ناخالص ہے اور تم مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینہ:۶) کی فہرست میں شامل نہیں ہوتے یا اس فہرست میں شامل ہونے کا پورا حق نہیں رکھتے۔

پس اس مضمون کو سمجھتے ہوئے اگر آپ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ بننا چاہتے ہیں اور یہی اسلام کی آخری تعریف ہے یعنی شرک کی ملونی سے کلیۃً پاک ہو کر انسان خدا کی عبادت کرے تو یاد رکھیں جب تک اپنی بیرونی زندگی کو یعنی نماز باقاعدہ ادا کرتے ہوئے جو عبادت کی جاتی ہے اُس کے علاوہ جو بیرونی زندگی ہے اُس ساری زندگی کو شرک سے پاک کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور خدا کے لئے خالص کرنے کی کوشش نہیں کرتے اُس وقت تک آپ کی عبادت خالص نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک ان دونوں کا تضاد دور ہونا چاہئے۔ یہاں تک ان کے فاصلے سمٹنے چاہئیں کہ بالآخر بیرونی زندگی اور عبادت کے وقت کی حالت ایک ہی چیز کے دو نام بن جائیں۔ بعینہٖ یہی حالت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تھی یہاں تک کہ آپؐ کی نیند کی حالت بھی عبادت میں صرف ہوتی تھی۔ ایک وہ نبی

ہے جس کی نیند کے متعلق یہ گواہی ملتی ہے کہ نیند کی حالت میں بھی آپ عبادت کر رہے ہوتے تھے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں ہوسکتا ہے۔

وہ شخص جس کی ساری زندگی جاگتے ہوئے شعور کی حالت خدا کے لئے خالص ہو چکی ہو۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے نیند کی حالت میں بھی اس کو ایک بنی نوع انسان کی نظر سے غائب اور چھپی ہوئی عبادت کی توفیق دی یعنی اس کا Subconcious، اس کا وہ ضمیر جو سوتے ہوئے کی حالت میں انسان کے سامنے باشعور طور پر ظاہر نہیں ہوتا وہ ضمیر بھی مستقلاً ہمیشہ خدا کی عبادت میں مصروف رہتا تھا اور نیند کی حالت کو شعور کی حالت کے ساتھ ہم مزاج کر دینا یہ تبھی حاصل ہوسکتا ہے اگر شعور کی حالت کلیۃً انسان ایک مقصد کے لئے وقف رکھے۔ اگر شعور کی حالت کسی ایک مقصد کے تابع اس حد تک ہو جائے کہ جسے انگریزی میں Obsession کہا جاتا ہے۔ کلیۃً آپ کے جاگے ہوئے وقت کی ذہنی اور قلبی کیفیات اتنا ایک مضمون کے تابع دب جائیں کہ کسی اور چیز کی ہوش نہ رہے تو خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ نیند کی حالت میں بھی وہی شعور کی حالت عمل پیرا ہو جاتی ہے۔ وہ نیند کی حالت کا بھی کلیۃً کنٹرول کر لیتی ہے۔ چنانچہ وہ سائنس دان جو بعض قسم کی ایجادات کے فکر میں اتنے غلطاں ہو جاتے ہیں کہ زندگی کا ہر لمحہ، اُن کے شعور کا ہر لمحہ اس کے لئے وقف ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان کو نیند کی حالت میں وہ راز سمجھا دیئے جاتے ہیں جو شعور کی حالت میں انہیں سمجھ نہیں آتے۔

پس خدا کا سلوک کسی کے ساتھ ناانصافی کا سلوک نہیں ہے۔ غیر معمولی تعلق کا خدا کا جو اظہار ہوتا ہے وہ انسان کی اپنی کیفیتوں کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو دنیا کے بندے ہیں، دنیا کی حالتیں جو ان کے شعور کی حالت پر قبضہ کر لیتی ہیں۔ نیند بھی ان کی اسی حالت میں شمار ہوتی ہے اور جو خدا کے بندے ہیں جن کا شعور خدا کے لئے خالص ہو جاتا ہے ان کی نیند کی حالتیں بھی خالصۃً خدا کے لئے ہو جاتی ہیں اور سوتے ہوئے بھی گویا وہ عبادت کر رہے ہوتے ہیں۔ اس مضمون کو سمجھنے کے بعد جب ہم دوبارہ اس آیت پر نظر ڈالتے ہیں قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو موت کے ایک اور معنی سمجھ آجاتے ہیں اور وہ نیند ہے۔ قرآن کریم نے بھی موت کو نیند کے مشابہ قرار دیا ہے اور عرب محاورہ میں بھی نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے۔ تو اس

آیت کا یہ معنی ہو جائے گا اس پہلو سے کہ اُن سے کہہ دو کہ میں تو جاگتے ہوئے بھی عبادت کر رہا ہوتا ہوں اور موت کے مشابہ حالت میں جو عارضی موت ہے یعنی نیند کی حالت، اس میں بھی خدا کا ہو چکا ہوں۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق خدا کی گواہی ہے کہ ابراہیمؑ کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ حالانکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسلام کے لحاظ سے ایسی تعریف قرآن میں فرمائی گئی ہے کہ اور کسی جگہ اس کا ذکر نہیں ملتا۔

پس محمدیت کا مقام سب سے بالا، سب سے بلند ہے اور ابراہیمؑ کے مقام کی وساطت، کے وسیلے سے مقام محمدیت کو حاصل کرنا آپ کا آخری قبلہ ہونا چاہئے۔ اسی کا نام توحید خالص ہے، اسی کا نام اسلام ہے۔ اگر کسی کو یہ اسلام نصیب ہو جائے یا اس اسلام کو حاصل کرنے کی کوشش میں اس کی موت واقع ہو جائے تو ساری دنیا کی تمام زبانیں اسے غیر مسلم کرتے کرتے سوکھ بھی جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کے نزدیک اپنے زمانہ کا مسلمان وہی مسلمان ہوگا جس کی اس کیفیت میں، اس حالت میں خدا کے حضور جان حاضر ہو۔ اللہ ہمیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے اور ہم حقیقت میں اپنی زندگیوں میں بھی اور اپنی موت میں بھی اسلام کے ساتھ اس طرح چمٹے رہیں جیسا کہ ابراہیمؑ چمٹا رہا، جیسا کہ محمد مصطفی ﷺ چمٹے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے حق میں خدا کا یہ حکم پورا ہو۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (البقرۃ:۱۳۳) ہرگز مرنا نہیں یہاں تک کہ تم مسلمان نہ ہو چکے ہو۔ مسلمان کی اس تعریف میں جو حج کے حوالے سے میں نے کی ہے ہمیں ایسی ہی موت کی تمنا کرنی چاہئے۔ خدا کرے ہم میں سے ہر ایک خدا کی راہ میں ایسی حالت میں جان دے رہا ہو کہ آسمان پر خدا ہمیں مسلمان قرار دے رہا ہو پھر ہمیں کوئی پرواہ نہیں کہ دنیا ہمیں کیا کہتی ہے اور کیا نہیں کہتی؟

خطبہ ثانیہ اور دعا کے بعد حضورؒ نے فرمایا:

آپ سب کو بھی عید مبارک ہو اور بعد میں جن لوگوں کے پاس یہ Casettes یا Videos پہنچیں گی وہ سنیں گے۔ اُن سب کو بھی عید مبارک، تمام عالمِ اسلام کو بھی عید مبارک، یہ قربانیوں کی عید ہے، قربانیاں تو دو قسم کی ہوتی ہیں بعض انسان پیش کرتا ہے، بعض لی جاتی ہیں آج کل بدنصیبی سے عالم اسلام اُن قربانیوں کے دور سے گزر رہا ہے جو ان سے لی جارہی ہیں اور بے بس اور

بے اختیار ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو اس قسم کی قربانیوں سے نجات بخشے اور ابراہیمی قربانیوں کی توفیق بخشے کیونکہ جو قربانیاں زبردستی لی جاتی ہیں ان کی جزا کوئی نہیں ہوتی اور جو پیش کی جاتی ہیں جیسا کہ ابراہیمؑ کی قربانیاں، انکی جزا ہے۔ تو اس لئے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں جب میں عالم اسلام کو عید مبارک دیتا ہوں تو بڑے دکھے ہوئے دل کے ساتھ، بہت ہی دردناک حالتیں ہیں اور سب سے زیادہ ہمیں اسی کا دکھ پہنچا ہے تو اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔

اب میں اجازت لوں گا کیونکہ جو عیدالاضحیہ ہے، بڑی عید اس میں لوگوں نے قربانیاں بھی کرنی ہوتی ہیں اور بعض لوگوں نے نصف روزہ بھی رکھا ہوتا ہے اس لئے اس عید کے بعد مصافحوں کا وقت نہیں ہے اور گزشتہ خلفاء کی سنّت یہی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ چھوٹی عید یعنی عیدالفطر کے بعد مصافحہ کیا کرتے تھے۔ عیدالاضحیہ کے بعد جلدی گھروں کو رخصت ہوتے تھے اور جلدی جانے کی اجازت دیتے تھے۔ پس اب میں آپ سے رخصت لوں گا اب آپ چاہیں جہاں جہاں بھی آپ نے اڈے بنائے ہوئے ہیں وہاں جا کر اپنے ناشتے، کھانے وغیرہ کا انتظام کریں عید مبارک ہو۔

اس کے بعد حضور السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما کر تشریف لے گئے۔